کربلا کا آفاقی پیغام

قائد ملت مولانا سید کلب جواد نقوی، جنرل سکریٹری مجلس علماء ہند

(۳)

دین اسلام امن و امان و صلح سلامتی سے عبارت ہے، کیونکہ اسلام دین فطرت ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ مفہوم: ''یہ فطرت ہے اور اللہ نے سارے انسانوں کو اسی فطرت پر پیدا کیا ہے۔'' (سورہ روم، آیت ۳۰) اور انسان فطرتاً جنگ و جدال و فتنہ فساد سے نفرت کرتا ہے۔ فطرت سلیم کبھی بھی خونریزی کو پسند نہیں کرتی، اس لئے اسلام میں جنگ بدرجہ مجبوری ہے اور دفاعی حیثیت رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اسلامؐ نے بہت سی جنگوں میں فتح حاصل کی اور ایسے حالات میں فتح ملی کہ جہاں ظاہری حالات کے لحاظ سے فتح تقریباً ناممکن تھی، جیسے کہ جنگ بدر میں کہ جہاں مسلمانوں کی افرادی قوت بھی بہت کم تھی اور اسلحہ بھی بہت معمولی تھا، اس کے بعد بھی مسلمان لشکر کو فتح ہوئی، مگر پھر بھی قرآن مجید نے فتح مبین کی سند نہیں دی، لیکن جب حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان صلح ہوئی اس وقت آیت قرآنیہ سند دیتی ہوئی اتری: ''اے رسول! ہم نے آپ کو کھلی ہوئی کامیابی عطا کی'' (سورہ فتح، آیت ۱) کئی ماہ پہلے اس موضوع پر تفصیل سے عرض کیا جا چکا ہے۔

پورے واقعہ کربلا میں امام حسینؑ کی بھرپور کوشش رہی کہ خونریزی سے بچا جائے۔ اس مقصد سے امامؑ نے رسولؐ اللہ کا روضہ چھوڑا اور ماں فاطمہ زہراؑ اور بھائی حسن مجتبیٰؑ کے مزارات سے جدائی برداشت کی۔ عین حج کے زمانہ میں مکہ مکرمہ چھوڑا اور میدان کربلا میں جب آپ ہزاروں دشمنوں سے گھرے ہوئے تھے، آپ نے یہ پیشکش فرمائی کہ مجھے کسی سرحدی علاقہ میں چلے جانے دو۔ مشہور ہے کہ امام نے فرمایا تھا کہ مجھے ہندوستان جانے دو اور اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ کیونکہ سرزمین ہند ہمیشہ امن و امان کا گہوارا رہی ہے، اس لئے امام نے یہ تجویز رکھی تھی۔ اگرچہ تاریخ کے قدیم مطابع میں ہندوستان کا نام نہیں ملتا ہے۔ پورا واقعہ کربلا قیام امن کی اسلام کی بنیادی پالیسی کی بھرپور نمائندگی کرتا ہے۔

واقعہ کربلا تا قیام قیامت ہر ظالم و جابر کے لئے وارننگ کی حیثیت رکھتا ہے اور کائنات کو یہ آفاقی پیغام دے رہا ہے کہ ظالم جتنا بھی چاہے ظلم کر لے شکست اس کا مقدر ہے۔ ذلت و رسوائی اس کی قسمت ہے اور صفحہ ہستی سے مٹ جانا اس کا نصیب ہے۔ کربلا نے یہ ثابت کر دیا کہ فتح ہمیشہ مظلومیت کی ہوتی ہے۔ باطل طاقتوں اور جابر حکمرانوں کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ حق کا سر جھکا دیا جائے، کیونکہ سر کاٹ لینا ان کی شکست ہے، سر کو جھکوا دینے میں ان کی فتح ہے۔ سر کا کٹ جانا خود اس بات کی دلیل بن جاتا ہے کہ اگر جھک گیا ہوتا تو کٹتا نہیں، لہٰذا ظلم و جبر کا اصل مقصد اور مطمح نظر نمائندہ حق کے سر کو جھکوا دینا ہوتا ہے۔ اس میں اس کی کامیابی ہے، اس لئے وہ بھرپور کوشش کرتا ہے اور اپنی پوری طاقت جھونک دیتا ہے کہ خوفزدہ کر کے سر جھکوا لے۔ اس کی بہترین مثال حضرت ابراہیمؑ کا واقعہ ہے۔ میرا سوال ہے کہ ایک

انسان کو جلانے کے لئے کتنی لکڑیوں کی ضرورت ہے؟ اگر نمرود کا مقصد حضرت ابراہیمؑ کو محض جلا دینا ہوتا تو چند من لکڑیاں کافی تھیں، لیکن لکڑیوں کا ایک عظیم ڈھیر جمع کروانا جن سے اتنی آگ روشن ہوئی کہ خود جلانے والے اس آگ کے نزدیک جانے سے قاصر تھے۔ اگر کوئی پرندہ اوپر سے پرواز کرتا تھا تو جل جاتا تھا۔ یہ اتنی زبردست آگ کیوں جلائی گئی؟ مقصد جلانا نہیں تھا، بلکہ نمائندہ حق کو خوفزدہ کرکے اپنی جھوٹی خدائی منوانا تھا، کیونکہ خلیلؑ خدا کو جلا دینا شکست تھی اور سر جھکوانا فتح تھی۔ اس طرح سے اگر ہم کربلا کے واقعہ پر نظر ڈالیں تو یہی ترکیب (Tactic) یزید اور یزیدی لشکر نے حبیب خدا کے جانشین اور حق کے نمائندے امام حسینؑ کے لئے بھی اختیار کی تھی۔ حسینؑ کو قتل کر دینے میں یزید کی شکست تھی۔ اس کا مقصد تھا کہ نواسۂ رسولؐ سے اپنی باطل حکومت پر مہر تائید ثبت کروالے۔ اس میں یزید کی جیت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ کربلا میں ۳۰ ہزار یا بعض روایتوں کے مطابق تقریباً ایک لاکھ کا لشکر جمع کیا گیا تھا۔ اگرچہ بنی ہاشم بہادری میں یکتائے روزگار تھے، لیکن پھر بھی ایک ظاہری نگاہ سے اگر دیکھا جائے تو ۷۲ یا زیادہ سے زیادہ ۱۰۰/افراد پر مشتمل ایک مختصر سے لشکر کے لئے حد سے حدود سے تین ہزار کا لشکر کافی تھا، لیکن ایک لاکھ کا لشکر جمع کر دینا خود اس بات کی دلیل ہے کہ سر کاٹنا مقصد نہ تھا، ڈرا کر سر کو جھکوانا مقصد تھا۔ اس لئے پانی بند کیا گیا، تاکہ یہ اس سے مجبور ہو کر سر جھکا دیں، مگر امام حسینؑ اور ان کے چھوٹے چھوٹے بچوں نے ثابت کیا کہ وہ جانور ہوتے ہیں جو بھوک و پیاس سے مجبور ہو کر سر ڈال دیتے ہیں، ہم انسان کامل ہیں، ہم پر یہ حربے کارگر نہیں ہو سکتے۔ جتنا جتنا ظلم بڑھ رہا تھا، اتنا یزید شکست سے نزدیک ہو رہا تھا اور حسینؑ فتح کے قریب۔ لشکر یزیدی کے سپہ سالار کو چاہئے تھا کہ اپنے پورے لشکر کو ایک دفعہ حملہ کا حکم دے دیتا، تاکہ جنگ جلد از جلد اختتام تک پہنچ جائے، لیکن اس نے عرب کی انفرادی جنگ کی روایت کو ترجیح دی۔ اسی حکمت عملی کے تحت (اگر اس کو حکمت کہا جا سکے) کہ لاشیں اٹھاتے اٹھاتے حسینؑ کی ہمت شکستہ ہو جائے۔ چشم کائنات حیرت سے منظر دیکھ رہی تھی کہ کبھی بھانجوں کی لاشیں حسینؑ لے کر آرہے ہیں، کبھی یتیم بھتیجے کی لاش اس طرح سے لا رہے ہیں کہ سینہ سے سینہ ملا ہوا ہے اور لاش کے پیر زمین پر خط بناتے آرہے ہیں۔ کبھی اپنے ۱۸/سالہ بیٹے کے سینے سے ٹوٹے ہوئے نیزے کی انی نکال رہے ہیں۔ حسینؑ کی حکمت عملی مظلومیت کی حکمت عملی تھی۔ امام حسینؑ سمجھ رہے تھے کہ جتنا ظلم بڑھ رہا ہے ظلم خود اپنے جال میں پھنستا جا رہا ہے۔ مظلومیت کا گھیرا ظلم کے گرد تنگ ہوتا جا رہا ہے اور ظلم اپنی ذلت آمیز شکست کے نزدیک ہوتا چلا جا رہا ہے۔ یزیدیت نے اپنی شکست پر ہمیشہ کے لئے اس وقت مہر لگا دی جب ایک چھ مہینے کے بچے کے گلے پر پانی دینے کے بجائے تین بھال کا تیر مارا گیا اور آخر میں ظلم یزیدی نے اپنی شکست کا اعلان کرتے ہوئے سجدہ کے عالم میں نمائندہ حق کا سر کاٹ لیا اور خود اپنے ہاتھوں سے اسے نیزے پر بلند کر دیا۔ نوک نیزہ پر یہ سر حسینؑ نہیں تھا، بلکہ حسینیت کی فتح کا پرچم تھا کہ دیکھو یہ سر کٹ تو گیا، مگر باطل کے سامنے جھک نہ سکا۔ مظلومیت کو فتح ہوئی اور ظالم کو ذلت آمیز شکست ہوئی۔ کربلا نے انسانیت کو رہتی دنیا تک یہ آفاقی پیغام دیا کہ ہمیشہ فتح مظلومیت کی ہوتی ہے اور قسام ازل نے ظلم اور ظالم کے مقدر میں رسوائی اور ہار لکھ دی ہے۔

(جاری)

(بشکریہ روزنامہ 'راشٹریہ سہارا' (اردو) ۳۰/دسمبر ۲۰۱۱ء)